تاریخِ احمدیت

جلد یازدہم

سیدنا المصلح الموعودؓ کی ہجرت پاکستان سے لیکر امان / مارچ ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء کے
یادگار اور عظیم الشان جلسۂ لاہور تک کے ایمان افروز واقعات۔

مؤلفہ
دوست محمد شاہد

ناشر
ادارۃ المصنّفین ۔ ربوہ

نام کتاب	:	تاریخ احمدیت جلد دہم
مرتبہ	:	مولانا دوست محمد شاہد
طباعت موجودہ ایڈیشن	:	2007
تعداد	:	2000

TAAREEKHE-AHMADIYYAT

(History of Ahmadiyyat

Vol-10 (Urdu)

By: Dost Mohammad Shahid

Present Edition : 2007

© Islam International Publication Ltd.

Published By:
Islam International Publications Ltd.
Islamabad,
Sheephatch Lane
Tilford, Surrey GU10 2AQ
United Kingdom

Printed at:
Raqeem Press,
Islamabad, Tilford (U.K)

نے آتے ہی جسونت بلڈنگ کے ایک کمرہ میں دفتر بنا کر کام شروع کر دیا۔

تحریک جدید کے "میمورنڈم اینڈ آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن (MEMORANDUM AND ARTICLES OF ASSOCIATION) کے مسودہ کی تشکیل و ترتیب کی خدمت محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ نے انجام دی اور یہ ادارہ ۱۹؍فروری ۱۹۴۸ء کو سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ کے زیر دفعہ ۲۱ بابت ۱۸۶۰ء رجسٹر ہو گیا۔ اور ابتداء میں اس کے حسب ذیل ڈائریکٹرز مقرر کئے گئے:۔

۱۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور مولوی فاضل وکیل الدیوان تحریک جدید

۲۔ بہاؤالحق صاحب ایم۔ اے (کامرس اینڈ اکنامکس) وکیل الصنعت تحریک جدید

۳۔ (حضرت) مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔ اے (آکسن) پرنسپل تعلیم الاسلام کالج

۴۔ مولوی عبدالمغنی خاں صاحب بی۔ ایس۔ سی وکیل التبشیر تحریک جدید

۵۔ خان بہادر نواب چودھری محمد دین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر

۶۔ شیخ بشیر احمد صاحب بی۔ اے (آنرز) ایل۔ ایل۔ بی ایڈووکیٹ لاہور

۷۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل

۸۔ چودھری برکت علی خاں صاحب وکیل المال تحریک جدید

۹۔ خواجہ عبدالکریم صاحب بی ایس سی کمرشل سکرٹری تحریک جدید[1]

فصل ہشتم

مرکز پاکستان کیلئے زمین خریدنے کی کامیاب کوشش

مرکز پاکستان کیلئے موزوں جگہ کی تلاش

پاکستان میں نئے مرکز کے قیام کا اولین مرحلہ یہ تھا کہ کسی موزوں جگہ کی تلاش کی جائے۔ یہ کام خدا کی مشیت ازلی میں چودھری عزیز احمد صاحب باجوہ کے لئے مقدر تھا جو ان دنوں سرگودھا میں سیشن جج کے عہدہ پر فائز تھے۔ حضرت

---

[1] بعد ۲؍جون ۱۹۴۸ء کو ڈائریکٹر مقرر کئے گئے۔

مصلح موعود نے انہیں بذریعہ تار لاہور بلوایا اور اس بارہ میں مشورہ طلب فرمایا۔[1]

چوہدری موصوف نے ۲۵؍تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ہش/۱۹۴۷ء کو مندرجہ ذیل یادداشت لکھی جو اسی روز حضرت سیّدنا المصلح الموعود کی خدمت میں رتن باغ کی روزانہ مجلس کے دوران سُنائی گئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

۱۔ مقصد اوّل۔ احمدیہ جماعت کے لئے ضلع شیخوپورہ میں ننکانہ صاحب کے نزدیک ۔ ۱۰۰ مربعہ کے قریب زمین حاصل کی جاوے تاکہ وہاں ایک قصبہ بسایا جاوے۔

۲۔ تجاویز ابتدائی

(الف) ضلع شیخوپورہ کا نقشہ دیہہ وار حاصل کیا جاوے

(ب) احمدی احباب جن کو اس علاقہ کی واقفیت ہے ان سے معلومات حاصل کی جاویں، اور مشورہ کیا جاوے۔

(ج) موقعہ کا ملاحظہ کیا جاوے

(د) اخبارات کی سابقہ فائلوں کو دیکھا جاوے اور معلوم کیا جاوے کہ اس علاقہ کے ہندو سکھوں میں کون اپنی اراضی فروخت یا تبادلہ کرنا چاہتا ہے

(ڈ) اخبار میں اشتہار دیا جاوے کہ کون اپنی اراضی واقع شیخوپورہ بذریعہ تبادلہ مابین دینا چاہتا ہے۔

(س) افسران متعلقہ سے گفتگو کی جاوے کہ وہ اس معاملہ میں ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں۔

دریافت طلب امور:۔

۱۔ اشتہار اخبار میں کس پتہ و نام پر دیا جاوے اور کس کس اخبار میں دیا جاوے۔

---

[1] جناب قریشی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ لاہور سابق سیکرٹری کمیٹی آبادی کا بیان ہے کہ "کئی مقامات تجویز ہوئے اور زیر غور آئے۔ ننکانہ صاحب کے بارے میں بھی ایک وقت کافی غور ہوا۔ ماڈل ٹاؤن کی دبے لفظوں میں حکومت کی طرف سے پیش کش ہوئی۔ مگر شہر کی مسموم فضا کے پیش نظر حضور کو یہ جگہ پسند نہ تھی حضور نے فرمایا کہ ایک خواب کی وجہ سے میرا ذہن سندھ کی طرف جاتا ہے... مگر... جماعتی تنظیم کے لحاظ سے پنجاب کو مرکزی حیثیت حاصل ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی پنجاب میں ہی مبعوث ہوئے۔ اگر پنجاب کو چھوڑ دیا گیا تو پھر پنجاب کو پہلے جیسی پوزیشن کبھی حاصل نہ ہوگی۔ اور بھی کئی مقامات تجویز ہوئے۔ بالآخر چوہدری عزیز احمد صاحب سیشن جج سرگودھا کی تجویز پر چک ڈھگیاں کی اراضی جہاں اب ربوہ تعمیر ہوا ہے، مرکز نو کے لئے منظور کی گئی" (غیر مطبوعہ)

۲۔ خط و کتابت کس کے نام سے کی جاوے ؟

۳۔ کارروائی کے متعلق رپورٹ کس افسر انجمن کو کی جاوے ؟

مقصد دوم

۱۔ کوٹھی حضور واقع ڈلہوزی کا تبادلہ کسی کوٹھی واقع لاہور سے کیا جاوے

۲۔ سوال۔ کیا یہ فیصلہ شدہ تجویز ہے کہ جدید مرکز شیخوپورہ کے نواح میں بنایا جاوے۔ اگر یہ فیصلہ شدہ آخری حکم نہ ہو تو مندرجہ ذیل امور پر غور کیا جاوے۔

۱۔ ضلع شیخوپورہ کی آب و ہوا گرم مرطوب اور وسطی پنجاب کے تمام اضلاع سے ناقص اور ملیریل ہے۔ جائے وقوع بھی خراب ہے۔

۲۔ ننکانہ صاحب کے نزدیک بلکہ اس سارے علاقہ میں احمدیوں کی تعداد بہت کم ہے اور لوگوں میں احمدیت قبول کرنے کا زیادہ مادہ نہیں ہے۔

۳۔ سکھوں پر اس کا اچھا اثر نہیں پڑے گا بلکہ وہ اس کو غلط نظریہ سے دیکھیں گے

۴۔ غالباً سکھ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کو ننکانہ صاحب بہرحال خالی کرنا پڑے گا۔

۵۔ اگر کبھی غیر احمدیوں کی طرف سے ننکانہ صاحب پر حملہ ہوا تو سکھ اس کو مسلمانوں کی طرف سے تصور کریں گے اور تجربہ بتلاتا ہے کہ وہ احمدیوں غیر احمدیوں میں تمیز نہیں کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ غیر احمدیوں کے غلط رویہ کی سزا احمدیوں کو ملے گی۔

۶۔ سکھوں کے مرکز کی حفاظت اپنے ذمہ لینا دوسرے مسلمانوں سے بیر مول لینے کے مترادف ہوگا

۷۔ اگر شیخوپورہ میں مرکز قائم کرنے کا یہ مقصد ہے کہ سکھوں کو واضح رہے کہ اگر انہوں نے قادیان پر قبضہ کیا تو ہم ننکانہ پر قبضہ کرلیں گے تو یہ دیگر ذرائع سے بھی ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

۸۔ سکھوں میں کمیونزم پھیل رہا ہے اور وہ ننکانہ صاحب کو مقام مقدس خیال نہیں کرتے بلکہ محض سیاسی فائدہ کے لئے اس کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

کیا مندرجہ ذیل مقامات مرکز کے لئے زیادہ موزوں نہ رہیں گے ؟

۱۔ سیالکوٹ شہر۔ اس جگہ یہ نقص ہے کہ غیر احمدیوں کی کثرت ہو گی اور غالباً جگہ حاصل کرنے کے لئے زیادہ قیمت لگے گی۔

۲۔ پسرور۔ یہ جگہ اُونچی جگہ پر واقع ہے۔ ہندوؤں کے گھر موزوں جگہ پر واقع ہیں۔ مگر بہرحال غیر احمدی بڑی تعداد میں ہوں گے۔

۳۔ کلاسوالہ۔ یہ قصبہ پسرور سے ۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔ سکھ اس کو خالی کر رہے ہیں۔ تجارت کا مرکز ہے۔

۴۔ چوہڑ منڈہ۔ یہ ہندوؤں کا گاؤں تھا۔ یہاں کافی پختہ مکانات ہیں۔ تھوڑا خرچ کرنے پر یہ قلعہ کی صورت اختیار کرلے گا۔

۵۔ کوئی اور موزون جگہ سیالکوٹ ضلع میں

نوٹ:۔ چوہڑ منڈہ۔ کلاسوالہ اس علاقہ میں واقع ہیں جہاں ارد گرد کافی احمدی آباد ہیں۔ سکھوں کے دیہات خالی پڑے ہیں۔ ضلع سیالکوٹ میں مرکز بنانے کا یہ فائدہ ہوگا کہ وہ گورداسپور کے نزدیک ہے اور وہاں کثرت سے احمدی ہیں اور زمینداروں میں احمدیت بڑی مقبول ہے۔ مرکز اگر اس جگہ ہوگا تو حفاظت اچھے طریقہ سے ہو سکتی ہے۔

۶۔ چناب کے کنارے پر جہاں سے وہ پہاڑوں سے نکلتا ہے

۷۔ راوی کے کنارے پر جہاں سے وہ شکر گڑھ تحصیل میں داخل ہوتا ہے۔

۸۔ کہوٹہ۔ ضلع راولپنڈی میں حفاظت کے لئے یہ موزوں ترین جگہ ہے۔

۹۔ چنیوٹ کے بالمقابل دریائے چناب کے پار۔ اس جگہ خیال ہے کہ کافی رقبہ گورنمنٹ سے مل سکیگا۔ یہ جگہ ہر طرح سے موزون ہے سوائے اس کے کہ احمدی ارد گرد کم ہیں۔

۱۰۔ ایک تجویز کہ جو دیہات سکھوں اور ہندوؤں نے راوی کے کنارے اور کشمیر کی سرحد کے نزدیک خالی کئے ہیں اُن میں احمدی بسائے جائیں

عزیز احمد

$\frac{۹}{۴۷}$ ۲۵ "

حضرت اقدس نے مندرجہ بالا یادداشت سننے کے بعد چوہدری عزیز احمد صاحب کو ارشاد فرمایا کہ آپ فوراً علاقہ شیخوپورہ میں جا کر اراضیات وغیرہ دیکھ آئیں۔ ان دنوں شیخوپورہ کی طرف ٹرین دوسرے دن جاتی تھی اور لاریاں بند تھیں۔ اس لئے آپ نے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے ذریعہ

جیپ کے حصول کی کوشش کی مگر اس میں کامیابی نہ ہو سکی۔ اسی دوران میں ان کی اپنے چچازاد بھائی کرنل عطاء اللہ صاحب باجوہ سے نواب محمد دین صاحب کی کوٹھی پر ملاقات ہوئی۔ چودھری عزیز احمد صاحب اور نواب صاحب کی تحریک پر چودھری عطاء اللہ صاحب نے بخوشی اپنی جیپ پیش کر دی۔ اور اُن کو لے کر پہلے تو شیخوپورہ اور جڑانوالہ میں مختلف اراضی کا جائزہ لیا بعد ازاں چنیوٹ کی طرف سے دریائے چناب کو پار کر کے جب اُس سرزمین پر پہنچے جہاں اب ربوہ آباد ہے تو انہوں نے اس خطہ کو مرکز کے لئے سب سے زیادہ موزوں قرار دیا۔ کرنل عطاء اللہ صاحب باجوہ نے ۲۴ صلح/جنوری ۱۳۲۹ہش/۱۹۵۰ء کو حضرت مصلح موعود کی خدمت میں اس سفر کی تفصیل میں لکھا کہ

> "میرے چچازاد بھائی چودھری عزیز احمد صاحب مرکز کی تلاش میں گئے ہوئے تھے تو میں اُن کے ساتھ تھا اور وہ قصہ اس طرح سے ہے کہ مَیں لائل پور سے اوکاڑہ تین دن کی چھٹی جا رہا تھا اور جب مَیں لاہور سے گذرا تو مجھے بھائی عزیز احمد صاحب نواب صاحب مرحوم کی کوٹھی پر ملے اور انہوں نے اور نواب صاحب نے فرمایا کہ کیونکہ میرے پاس جیپ ہے اور ٹرانسپورٹ وغیرہ ملتی نہیں اس واسطے مَیں ان کے ساتھ جاؤں۔ اس کے بعد مَیں اوکاڑہ اور منٹگمری گیا کیونکہ وہاں کام تھا اور اگلے دن رات کو نو دس بجے کے قریب بھائی محمد شریف صاحب کو لے کر واپس ۱۲ بجے رات کے قریب لاہور پہنچا۔ اور اگلے دن بھائی عزیز احمد صاحب کے ساتھ سرگودھا کی طرف چل پڑے۔ ایک صاحب جن کو حضور نے ہی اس کام کے واسطے چھانٹا تھا وہ بھی ساتھ تھے۔ ہم لوگ شیخوپورہ اور جڑانوالہ کے قریب رقبہ دیکھتے رہے اور پھر اس کے بعد سرگودھا کی طرف کو چل دیئے اور جب چنیوٹ پہنچے اور دریائے چناب نظر آیا تو مَیں نے بھائی صاحب کو کہا کہ ہمارا مرکز اس دریا کے پار ہونا چاہیئے۔ . . . پھر ہم لوگوں نے دریا کے شمالی کنارے کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر آگے چل دیئے اور جس جگہ سے سڑک پہاڑ کو عبور کرتی ہے اور کھلا میدان آجاتا ہے (جس جگہ پر اب ربوہ ہے) وہاں پہنچے تو بھائی صاحب اور ہم دونوں نے فوراً یہی کہا کہ یہ جگہ ہے جہاں ہمارا مرکز بننا چاہیئے۔ یہ قطعہ زمین دیکھنے کے بعد چودھری عزیز احمد صاحب نے حضرت امیر المومنین سیدنا المصلح الموعود کی خدمت میں اپنی رائے پیش کر دی۔

راجہ علی محمد صاحب کا بیان ہے کہ

"جیسا کہ اس وقت مختلف احباب نے اطلاع بہم پہنچائی یا مشورہ دیا۔ زمین کے کئی قطعات حضور کے زیر نظر تھے۔ ان میں ایک سرزمین ربوہ اور دوسرا کڑانہ کی پہاڑیوں کے دامن میں یہ دونوں سرگودھا کی سڑک پر تھے۔ اس ربوہ والے قطعہ کے متعلق ایک موقعہ پر میں نے یہ عرض کیا کہ یہ رقبہ میرا بھی دیکھا ہوا ہے۔ ضلع جھنگ کے گذشتہ بندوبست میں مَیں تحصیل چنیوٹ کا تحصیلدار بندوبست تھا اور اس رقبہ سے کئی دفعہ میرا گذر ہوا تھا۔ مَیں نے عرض کیا کہ یہ قطعہ زمین زراعت کے ناقابل بالکل کلّر تھور ہے جہاں صرف ایک بوٹی "لانی" کے جو اونٹوں کا چارہ ہے اور جو خود زمین کے ناقابل زراعت ہونے کا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی قسم کی سبزی، درخت وغیرہ کا وہاں نشان تک نہیں۔ بعض سرمایہ داروں نے لمبی میعاد کے پٹہ پر گورنمنٹ سے یہ زمین لے کر اس کو آباد کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے" [1] [2]

حضرت سیدنا المُصلح الموعُود کا سفر نئے مرکز کی مجوّزہ زمین ملاحظہ فرمانے کیلئے

اس مایوس کن رپورٹ کے باوجود خدا تعالیٰ کے مقدس اولوالعزم خلیفہ موعود نے یہ قطعہ زمین خود ملاحظہ فرمانے کا مصمم فیصلہ کر لیا۔

چنانچہ حضور پُرنور نے خاص اس مقصد کے لئے ۱۸ اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش (۱۹۴۷ء) [3] کو مندرجہ ذیل خدام کے

---

[1] مشہور روایت ہے کہ ایک کروڑپتی ہندو بہادر چند نامی نے اس زمین کو قابل زراعت بنانے کے لئے ہزارہا روپیہ خرچ کر ڈالا لیکن اسے ناکامی ہوئی اور وہ اس صدمہ ہی سے چل بسا۔ بہادر چند کی کھدوائی ہوئی نہر کے آثار اب بھی موجود ہیں۔

[2] "الفضل" ۷ احسان/جون ۱۳۴۳ ہش (۱۹۶۴ء) صفحہ ۳۔

[3] اس تاریخ کی تعیین مکرم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت احمدیہ لائل پور کے مندرجہ ذیل نوٹ سے ہوتی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

"سنہ ۱۹۴۷ء کی ہجرت کے بعد خاکسار رتن باغ لاہور میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء کا واقعہ ہے حضور نے مجھ سے فرمایا:-

"کل میں وہ جگہ دیکھ کر آیا ہوں جو پہاڑیوں کے درمیان ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے رویاء میں دکھائی تھی"
اثنائے گفتگو میں حضور نے پسند فرمایا کہ خاکسار لائل پور میں اپنا کام شروع کرے اور فرمایا کہ وہ جگہ لائل پور سے قریب ہے آپ ہم سے قریب ہوں گے۔ یہ تلطف اور یہ تعہد۔ آہ! آہ!
("الفضل" ۱۸ جنوری ۱۹۶۹ء صلح سنہ ۱۳۴۸ ہش)

ساتھ سفر سرگودھا اختیار فرمایا:۔

۱۔ قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ۲۔ حضرت نواب محمد دین صاحب

۳۔ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد ۴۔ چوہدری اسداللہ خاں صاحب بیرسٹرایٹ لاء

۵۔ راجہ علی محمد صاحب افسر مال ۶۔ شیخ محمد دین صاحب دفتر جائیداد صدر انجمن احمدیہ

راجہ علی محمد صاحب فرماتے ہیں کہ

" رتن باغ لاہور سے صبح سویرے روانہ ہو کر تقریباً دس بجے یہ قافلہ ربوہ میں جہاں ربوہ میں اب بسوں کا اڈہ ہے وہاں پہنچا۔ وہاں حضور نے اپنی کار سے نکل کر سڑک پر کھڑے کھڑے رقبہ کا جائزہ لیا۔ بالخصوص سڑک پختہ ریلوے لائن کے درمیان اس رقبہ کے واقع ہونے کا اور اس طرح اس کی جائے وقوع پر غور فرمایا۔ پھر حضور نے سڑک کے متوازی سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پہاڑی کے پیچھے زمین کی سطح کو دیکھنے کا خیال کیا اور پہاڑی پر چڑھنا شروع کیا لیکن اس کی نصف بلندی تک پہنچ کر فرمایا کہ میں کمزوری محسوس کرتا ہوں اور اُوپر نہیں جا سکتا۔ اور نیچے اُتر آئے مگر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور مکرم و محترم مولوی عبدالرحیم صاحب درد رضی اللہ عنہما جو حضور کے ساتھ اُوپر چڑھ رہے تھے چوٹی پر پہنچے اور آکر پہاڑی کے پیچھے جو زمین کی صورت تھی۔ اس کا حضور سے ذکر کیا۔ بعد ازاں سڑک پر تھوڑی دور سرگودھا کی طرف سے آگے چل کر سڑک پر پانی پینے کے ہینڈ پمپ سے خود چُلو میں پانی لے کر چکھا اور فرمایا کہ پانی تو خاصا اچھا ہے۔ وہاں سے روانہ ہو کر احمد نگر کے بالمقابل سڑک پر اپنی موٹر سے نکل کر نزدیک ہی ایک کنوئیں کے قریب درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے اور تمام ہمراہی احباب کے حلقہ میں احمد نگر کے چند غیر احمدی معززین سے جو وہاں آگئے تھے مخاطب ہوئے بالخصوص وہاں کے نمبردار چوہدری کرم علی صاحب سے (جو فوت ہو چکے ہیں) دریافت فرمایا کہ دریائے چناب میں سیلاب کے پانی کی زد کی حد کہاں تک ہے۔ نمبردار نے عرض کیا کہ سیلاب کا پانی تو یہاں تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ پھر دریافت فرمایا کہ آیا وہ رقبہ جہاں اب ربوہ آباد ہے سیلاب کی زد میں ہے۔ اس پر نمبردار مذکور نے کہا کہ وہاں تو پانی صرف ایسی صورت میں پہنچے گا کہ جب سیلاب کے پانی کی بلندی اس درخت کی جس کے نیچے حضور کھڑے

تھے جھکی ہوئی شاخوں کو چھوئے گی۔ ان لوگوں کی تالیف قلوب کے لئے تھوڑی دیر اور وہاں گفتگو فرمائی اور پھر سرگودھا کی طرف سفر شروع کیا۔ موٹر میں بیٹھے کرانہ پہاڑیوں کے دامن میں جو کھلا میدان ہے اس کا جائزہ لیا۔ سرگودھا پہنچ کر محترم چوہدری عزیز احمد صاحب سب جج کی کوٹھی پر جو اُن دنوں وہاں تعینات تھے دوپہر کا کھانا تمام ہمراہی احباب سمیت تناول فرمایا۔ یہ کھانا حضرت نواب چوہدری محمد دین صاحب پکوا کر اپنے ہمراہ موٹر میں لے گئے تھے اس کے بعد نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں اور بعد نماز جلدی لاہور کو روانہ ہو کر قریباً شام کے وقت واپس لاہور پہنچ گئے"[1]

حضرت سیدنا المصلح الموعود کی زبانِ مبارک سے اس تاریخی سفر کے حالات

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے ۱۰ ر تبوک / ستمبر ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء کو اپنی زبان مبارک سے اس تاریخی سفر کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:-

"ہم سات آٹھ مہینے سے کوشش کر رہے تھے کہ ایک جگہ لی جائے جہاں قادیان کی اُجڑی ہوئی آبادی کو بسایا جائے۔ یہ تجویز ستمبر ۴۷ء میں ہی کر لی گئی تھی اور اس خواب کی بناء پر جو میں نے ۱۹۴۱ء میں دیکھی تھی کہ میں ایک جگہ کی تلاش میں ہوں جہاں جماعت کو پھر جمع کیا جائے اور منظم کیا جائے۔ ہم نے یہاں پہنچتے ہی ضلع شیخوپورہ میں کوشش کی۔ پہلے ہماری یہ تجویز تھی کہ ننکانہ صاحب کے پاس کوئی جگہ لے لی جائے تا سکھوں کو یہ احساس رہے کہ اگر انہوں نے قادیان پر جو احمدیوں کا مرکز ہے حملہ کیا تو احمدی بھی ننکانہ صاحب پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اس خیال کے ماتحت میں نے قادیان سے آتے ہی آٹھ نو دن کے بعد بعض دوستوں کو ہدایات دے کر ضلع شیخوپورہ بھجوا دیا تھا۔ وہاں ہندوؤں کی چھوڑی ہوئی زمینوں کے متعلق ان کے ایجنٹوں سے بات چیت بھی کر لی گئی تھی اور بعض لوگ زمین دینے پر رضامند بھی ہو گئے تھے۔ لیکن جب اس کا گورنمنٹ کے افسران سے ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا۔ گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ غیر مسلموں کی چھوڑی ہوئی جائداد فروخت نہ کی جائے۔ ہم نے انہیں کہا ہم بھی ریفیوجی ہیں اس لئے کسی غیر کے پاس زمین فروخت

---

[1] "الفضل" ۷ راحسان / جون ۱۳۴۳ ہش / ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ ایسا کرنے میں غلط فہمی ہو سکتی ہے اس لئے یہ زمین قیمتاً نہیں دی جا سکتی۔ اسی دوران میں بعض احمدیوں[۱] نے یہ خیال ظاہر کیا کہ سکھوں میں ایک طبقہ حد سے زیادہ جوش والا ہے اس لئے بجائے اس کے کہ اس تجویز سے فائدہ ہو ایسے لوگ زیادہ شرارت پر آمادہ ہو جائیں۔ ایک دوست نے یہ بھی کہا۔ آپ نے خواب میں جو جگہ دیکھی تھی وہ جگہ تو پہاڑیوں کے بیچ میں تھی اور یہ جگہ پہاڑیوں کے بیچ میں نہیں ہے[۲]۔ میں نے ایک جگہ دیکھی ہے جو آپ کے خواب کے زیادہ مطابق ہے۔ چنانچہ پارٹی تیار کی گئی اور میں بھی اس کے ساتھ موٹر میں سوار ہو کر گیا۔ وہ جگہ دیکھی واقعہ میں وہ جگہ ایسی ہی تھی۔ صرف فرق یہ تھا کہ میں نے خواب میں جو جگہ دیکھی تھی اس میں سبزہ تھا اور یہاں سبزہ کی ایک پتی بھی نہ تھی۔ یہ جگہ اونچی ہے اور نہر کا پانی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ میں نے ایک گاؤں کے زمیندار سے پوچھا کہ آیا کسی وقت سیلاب کا پانی اس جگہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں اور ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس کے نیچے ہم کھڑے تھے کہا کہ اگر پانی اس درخت کی چوٹی تک پہنچ جائے تب اس جگہ تک پانی پہنچ سکتا ہے۔ اب حال میں جو سیلاب آیا ہے اس کا پانی بھی اس جگہ سے نیچے ہی رہا ہے اور اس جگہ تک نہیں پہنچ سکا۔ لیکن ہم نے سمجھا کہ اگر کوشش کی جائے تو شاید یہاں بھی سبزہ ہو سکتا ہے"[۳]

ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع جھنگ کے نام خرید اراضی کیلئے درخواست

یہ جگہ (ایک خفیف سے فرق کے ساتھ) چونکہ حضور کی پانچ سال قبل کی خواب سے بالکل ملتی جلتی تھی اس لئے حضور کی ہدایت پر ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے ڈپٹی کمشنر

---

[۱] یہ رائے سید ظہور احمد شاہ صاحب (انڈین ڈیری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بنگلور سابق مبلغ نجی) کی تھی جس کا اظہار انہوں نے اپنے مکتوب (محررہ ۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء) میں کیا۔ حضرت اقدسؓ نے اس خط کے جواب میں فرمایا "ننکانہ کا خیال چھوڑ دیا ہے اس خیال سے جو آپ نے لکھا ہے" اس خط پر دفتر پرائیویٹ سکرٹری رتن باغ لاہور کی طرف سے روانگی کی تاریخ ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء درج ہے۔

[۲] حضرت المصلح الموعود نے یہ خواب ۱۲ فتح/دسمبر ۱۳۲۰ہش/۱۹۴۱ء کے خطبہ جمعہ (مطبوعہ "الفضل" ۲۱ فتح/دسمبر ۱۳۲۰ہش/۱۹۴۱ء) میں بیان فرمائی تھی جس کی تفصیل "تاریخ احمدیت" جلد نہم (صفحہ ۲۷۳ تا ۲۷۶) میں گذر چکی ہے۔

[۳] "الفضل" ۲۸ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵

صاحب جھنگ کی خدمت میں انگریزی میں ایک درخواست[1] دی گئی جس کا اردو ترجمہ یہ ہے :۔

"رتن باغ۔ لاہور

۱۷/اکتوبر ۱۹۴۷ء

محترم جناب ڈپٹی کمشنر صاحب

ضلع جھنگ

جناب عالی!

قادیان (مشرقی پنجاب) کا قصبہ جماعت احمدیہ کا مرکز ہے اور اس لحاظ سے بیحد اہمیت رکھتا ہے کہ اس کی شاخیں تقریباً تمام دُنیا میں قائم ہیں۔ جماعت احمدیہ کی نیّت یہی تھی کہ باوجود ملک کی تقسیم کے قادیان ہی جماعت کا مرکز رہے۔ لیکن سکھوں کے متواتر حملے اور ان حملوں میں ہندوستانی فوج اور پولیس کی امداد کی وجہ سے قادیان کے اکثر باشندوں کو بالجبر اور بالاکراہ اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ ادھر ہندوستانی فوج کے احکامات کے تحت جماعت احمدیہ کے ڈگری کالج، ہائی سکول اور جامعہ احمدیہ کی عمارات کو خالی کرایا گیا۔ ڈگری کالج کی عمارت کو سکھ نیشنل کالج کی تحویل میں دے دیا گیا اور نور ہسپتال کی عمارت کو بھی بالجبر خالی کرایا گیا۔ ان اقدامات کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً دس ہزار سے زائد آبادی کو اپنے آبائی گھروں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ قادیان کی یہ آبادی ان ہزارہا باشندوں کے علاوہ تھی جو مقامی حکومت کے مظالم سے تنگ آکر ترکِ وطن پر مجبور ہوئے تھے۔

جناب! قادیان کے یہ ہزاروں باشندے اپنا تمام اثاثہ اور گھر بار چھوڑ کر پاکستان میں ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ان میں تمام پیشوں سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ اہلِ علم بھی ہیں، انجنیئر بھی اور تاجر اور مزدور طبقہ کے علاوہ اہلِ فن اور حرفت وصنعت کے ماہر بھی۔ آج جماعت کو ضرورت ہے کہ انہیں آباد کرنے کے لئے ایک ایسا خطہ حاصل کیا جاوے جہاں پہلے تو ابتدائی رہائش گاہیں تعمیر ہوں اور پھر انہیں پختہ رہائش گاہوں میں تبدیل کر کے ایک قصبہ کی شکل دے دی جائے۔

---

[1] یہ درخواست ۱۷/اکتوبر کو یعنی ایک دن پہلے ہی ٹائپ کرائی گئی تھی۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ دریائے چناب کے نزدیک چنیوٹ سرگودھا سڑک پر ''چک ڈھگیاں'' کے نام سے ایک قطعہ اراضی موجود ہے جس کا رقبہ ۱۵۰۶ ایکڑ ہے۔اس میں سے ۴۷۲ ایکڑ کا رقبہ تو ''غیر ممکن'' کہلاتا ہے یعنی اس میں آبادی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں ریلوے لائن، بڑی سڑک اور پہاڑیوں کے علاقے شامل ہیں۔بقیہ رقبہ ۱۰۳۴ ایکڑ بھی اس قسم کا ہے کہ وہ زراعت کے ناقابل ہے البتہ اس میں مکانات وغیرہ تعمیر ہو سکتے ہیں۔یہ زمین اب تک کسی فرد کی زیر ملکیّت نہیں۔اور نہ ہی کبھی یہ زرعی علاقہ سمجھا گیا ہے۔

ہماری درخواست یہ ہے کہ یہ قطعہ اراضی صدر انجمن احمدیہ کو دے دیا جاوے۔ہوسکتا ہے کہ اس خطّے کے ملحقہ علاقے کو بھی بعد میں حاصل کرلیا جاوے مگر اس کے لئے پھر درخواست پیش کی جاوے گی۔فی الحال ہمیں اپنے وسیع نظام کو مرکوز کرنے کے لئے اور اپنے دفاتر اور انجمن کی متعدد شاخوں کو یکجائی طور پر ایک مرکز سے منسلک کرنے کے لئے ایک ایسے خطے کی ضرورت ہے جسے مرکزی حیثیت حاصل ہو۔

خاکسار آپ کا خادم

(دستخط) محمد عبداللہ خاں

ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان

منشی محمد دین صاحب نے یہ درخواست اسی روز (۱۸/اخاء/اکتوبر) کو بنگلہ لالیاں میں ڈپٹی کمشنر صاحب جھنگ (چوہدری مشتاق احمد صاحب چیمہ) کی خدمت میں پیش کردی۔چنانچہ وہ تیسرے روز ایک جیپ پر سپرنٹنڈنٹ پولیس صاحب اور شیخ محمد دین صاحب کے ساتھ اراضی دیکھنے کے لئے تشریف لائے اور تحصیلدار صاحب کو موقعہ کا نقشہ شامل کر کے رپورٹ کرنے کا حکم دیا۔آخر کاغذات مکمل ہو کر ڈپٹی کمشنر صاحب کی خدمت میں پہنچے جو انہوں نے سفارش کے ساتھ کمشنر صاحب کو بھجوا دیئے جہاں سے فنانشل کمشنر (جناب اختر حسین صاحب) کی خدمت میں بغرض منظوری پہنچے۔ریونیو منسٹر نے بعض اعتراضات کے ساتھ یہ سب کاغذات واپس کر دیئے۔ازاں بعد جوابات کی تکمیل پر یہ کیس دوبارہ ریونیو منسٹر کے دفتر میں پہنچا اور بالآخر ایک طویل کشمکش کے بعد ۱۱/ماہ احسان/جون ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو حکومت پنجاب سے حسب ذیل الفاظ میں زمین دیئے جانے کی منظوری ملی۔

"The Proposed sale against a price of Rs. 10/- per acre was approved in principle. It was however directed that the town planners should examire the entire building plans of the purchaser particularly with a view to see that plenty of room is left for the widening of through road."

ترجمہ:- دس روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے مجوزہ فروخت اصولی طور پر منظور کی گئی۔ تاہم یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ ٹاؤن پلینز کو چاہیئے کہ خریدار کے تمام تعمیری (عمارتی) منصوبہ کا اچھی طرح ملاحظہ کریں خصوصاً اس نظریہ کے تحت کہ سڑکوں کو کشادہ رکھنے کے لئے کافی جگہ چھوڑی گئی ہے۔

حکومت پنجاب کے اس فیصلہ کی باقاعدہ اطلاع اے۔جی رضا ڈپٹی سیکرٹری ڈویلپمنٹ کی طرف سے بتاریخ ۲۲ جون ۱۹۴۸ء کمشنر صاحب ملتان کو بھجوائی گئی جہاں سے ڈپٹی کمشنر کو اطلاع پہنچی۔ سیّدنا المصلح الموعود اس کام میں ایک ایک منٹ کی دیر کو خطرناک سمجھتے تھے اور دراصل یہ آپ ہی کی خصوصی توجہ اور دُعا کا نتیجہ تھا کہ یہ کوششیں بارآور ہوئیں ورنہ حالات قدم قدم پر سخت مخدوش تھے۔ حضور کے بعد اس مقصد کی تکمیل میں جس بزرگ نے کمال سرفروشانہ جدوجہد کی وہ حضرت نواب محمد دین صاحب تھے۔ جنہیں خود حضرت سیّدنا المصلح الموعود نے یہ کام سونپا تھا۔ آپ کے علاوہ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب، حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ، راجہ علی محمد صاحب سابق افسر مال، ملک عمر علی صاحب کھوکھر رئیس ملتان، شیخ محمد دین صاحب مختار عام اور عبدالغنی صاحب ہیڈ کلرک بندوبست جھنگ (سابق امیر جماعت مگھیانہ) کی مساعی جمیلہ کا بھی نمایاں عمل دخل رہا۔

خرید اراضی کیلئے دفتری کارروائی کی تفصیلات سیّدنا المصلح الموعود کے الفاظ میں

اراضی مرکز کی خرید کے لئے کیا کیا دفتری کارروائی کی گئی؟ اُس کی تفصیلات حضرت سیّدنا المصلح الموعود نے ۱۰ رتبوک/ستمبر ۱۳۲۷ ہش/۱۹۴۸ء کو حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمائی:-

"ہم نے گورنمنٹ سے اس کے خریدنے کی درخواست کی اور اس سے کہا کہ آخر آپ نے ہمیں کوئی جگہ دینی ہی ہے اور کہیں بسانا ہی ہے۔ اگر یہ جگہ ہمیں مل جائے تو جتنے احمدی یہاں بس جائیں گے ان کا بوجھ گورنمنٹ پر نہیں پڑے گا۔ قادیان کے باشندوں کو اگر کسی اور جگہ آباد کیا جائے تو انہیں بنی بنائی جگہیں دی جائیں گی۔ لیکن اگر وہ یہاں بس جائیں تو کروڑوں کی جائیداد بچ جائے گی جو دوسرے مہاجرین کو دی جاسکتی ہے۔ قادیان میں دو ہزار سے زائد مکانات تھے جن میں بعض پچاس پچاس ہزار کے تھے اور بعض لاکھ دو لاکھ کے تھے۔ لیکن اگر پانچ ہزار روپے فی مکان بھی قیمت لگائی جائے تو ایک کروڑ کے مکانات قادیان میں تھے اور یہ قیمت صرف مکانوں کی ہے، زمین (کی قیمت) اس سے الگ ہے۔ زمین کی قیمت اس وقت دس ہزار روپے فی کنال تک پہنچ گئی تھی اور پانچ سو ایکڑ کے قریب زمین مکانوں کے نیچے تھی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ چالیس ہزار کنال زمین پر مکانات بنے ہوئے تھے۔ اگر پانچ ہزار روپے فی کنال بھی قیمت لگا دی جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ دو کروڑ کی زمین تھی جس پر مکانات بنے ہوئے تھے۔ گویا تین کروڑ کے قریب مالیت کے مکانات قادیان والے چھوڑ کر آئے ہیں۔ اگر لاہور، لائل پور، سرگودھا وغیرہ اضلاع میں قادیان کے لوگوں کو بسایا جائے تو پھر وہاں زمین اور مکانات کی قیمتیں قادیان کی زمین اور مکانات سے بڑھ کر ہوں گی۔ اگر احمدیوں کو یہ جگہ دے دی جائے اور وہ وہاں بس جائیں تو قریباً چار کروڑ کی جائیداد بچ جاتی ہے جو دوسرے لوگوں کو دی جاسکتی ہے۔ انہوں نے اس تجویز کو پسند کیا اور کہا کہ قاعدہ کے مطابق اسے گزٹ میں شائع کرنا ہوگا اور وعدہ کیا کہ وہ نومبر یا دسمبر میں اسے شائع کر دیں گے۔ مگر جب جنوری میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ ہم بھول گئے ہیں۔ ہم نے کہا یہ آپ کا قصور ہے۔ ہمارے آدمی آوارہ پھر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا خواہ کچھ بھی ہو، بہر حال اسے شائع کرنا ضروری ہے تا معلوم کیا جائے کہ اس زمین کا کوئی دعویدار ہے یا نہیں۔ اس کے بعد کہہ دیا گیا جب تک کاغذات کمشنر کی معرفت نہ آئیں کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ ایک مہینہ میں کاغذ کمشنر کے پاس سے ہو کر پہنچے اور اس طرح مارچ کا مہینہ آگیا۔ پھر کہا گیا کہ ان کاغذات پر قیمت کا اندازہ نہیں لکھا

گیا اس لئے ہم کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔ پھر دوبارہ کاغذات مکمل کرکے بھیجے گئے۔ پھر افسر مقررہ نے ایک مہینہ بعد تعمیل کی۔ پھر اپریل میں قیمت لگائی گئی۔ پھر یہ سوال اُٹھایا گیا کہ کاغذات منسٹری کے پاس جائیں۔ ہم نے کہا کہ یہ کام تو فنانشل کمشنر صاحب خود کر سکتے ہیں۔ مگر کہا گیا کہ یہ کام چونکہ اہم ہے اس لئے کاغذات کا منسٹری کے پاس جانا ضروری ہے۔ کاغذات منسٹری کے پاس بھیجے گئے۔ منسٹری نے کہا۔ ابھی ان پر غور کرنے کے لئے فرصت نہیں۔ آخر ایک لمبے انتظار کے بعد جون میں فیصلہ ہوا اور زیادہ سے زیادہ جو قیمت ڈالی گئی وہ وصول کی گئی۔ یہ واقعات میں نے اس لئے بتائے ہیں کہ گورنمنٹ کے افسران نے ہمارے ساتھ کوئی مخالفت نہیں کی بلکہ ان میں سے بعض کی غفلت کی وجہ سے ہم سال بھر تک اُجڑے رہے۔ اب جگہ ملی ہے۔ صرف ایک کسر باقی ہے۔ اگر وہ دُور ہو گئی تو جلد آبادی کی کوشش کی جائے گی۔[1]

قیمت اراضی کا ادخال اور رجسٹری

اراضی کی خرید کے بارے میں تمام مراحل طے ہونے کے بعد اس کی قیمت کے ادخال اور رجسٹری کرانے کے معاملات اوّلین توجہ کے محتاج تھے۔ چنانچہ صدر انجمن احمدیہ نے بھی اس کی طرف خصوصی توجہ دی اور ۲۲ احسان/جون ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو زمین کی قیمت اور اخراجات رجسٹری وغیرہ کے لئے فوری طور پر بارہ ہزار روپے (۱۲,۰۰۰) چوہدری عبدالباری صاحب مختار عام صدر انجمن احمدیہ کو ادا کر دیئے جنہوں نے ۲۷ احسان/جون کو جھنگ جاکر زمین کی قیمت داخل خزانہ سرکار کرا دی۔ بعد ازاں سرکاری سند پر فنانشل کمشنر، اسسٹنٹ سیکرٹری اور ڈپٹی کمشنر کے دستخط بھی کرائے اور یوں سرکاری سند کی رجسٹری مکمل ہوئی۔

اخبارات میں گمراہ کن پراپیگنڈا

اگرچہ رجسٹری تو عام دفتری روایات کے برخلاف بہت جلد ہو گئی مگر زمین کا قبضہ دیئے جانے میں متعلقہ حکام کی طرف سے ناواجب تاخیر ہونے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پیچیدگیوں اور دشواریوں کا ایک نیا دروازہ کھل گیا اور وہ اس طرح کہ پنجاب کے بعض اخبارات (آزاد، احسان، مغربی پاکستان اور زمیندار) نے احمدیوں کے ہاتھوں اس رقبہ اراضی کی فروخت پر سخت نکتہ چینی شروع کر دی بلکہ یہانتک لکھا کہ کئی لوگ اس زمین کو پندرہ سو روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے خریدنے پر تیار تھے مگر حکومت نے دس روپے فی ایکڑ پر اتنا بڑا رقبہ احمدیوں کے حوالہ کر دیا ہے۔

---

[1] "الفضل" ۲۸ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۵۔

جماعت احمدیہ کے ناظر امور خارجہ کا تردیدی بیان

جماعت احمدیہ کے ناظر امور خارجہ نے اس غلط پراپیگنڈا کی تردید میں ۳ ظہور/اگست ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو حسب ذیل بیان جاری کیا:۔

" اخبار " زمیندار" نے اپنی اشاعت یکم اگست ۱۹۴۸ء میں احراری اخبار "آزاد" کے حوالہ سے ایک مقالہ افتتاحیہ سپرد قلم کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جو اراضی جماعت احمدیہ نے چنیوٹ کے قریب دس روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے خریدی ہے اس اراضی کو بعض لوگ پندرہ سو روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے خریدنے کے لئے تیار تھے۔ سو اگر یہ درست ہے تو واقعی حکومت کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز گورنمنٹ کے اس نقصان کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے حضور نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ میں یہ پریس کمیونک جاری کروں کہ ہم یہ رقبہ جو ۱۰۳۴ ایکڑ ہے مندرجہ بالا پیش کردہ قیمت پر فروخت کرنے کو تیار ہیں اور علاوہ ازیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس رقم کا (جو پندرہ لاکھ اور اکاون ہزار روپیہ بنتی ہے) وصول ہوتے ہی ایک ایک روپیہ فوراً حکومت پاکستان کے خزانے میں داخل کرا دیں گے۔

آخیر میں ہم پاکستان کے شہریوں کو یقین دلاتے ہیں کہ اس معاملہ کے متعلق اخبار "آزاد" کا لفظ لفظ کذب بیانی پر مبنی ہے۔ " [1]

حکومت مغربی پنجاب کا اعلان

حکومت مغربی پنجاب نے بھی مندرجہ بالا بیان کی تائید میں ایک سرکاری اعلان شائع کیا جو بجنسہٖ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

" احمدیوں کو دس روپے فی ایکڑ کے بھاؤ بنجر زمین دی گئی ہے

یہاں قادیان کے خانماں ویران لوگ آباد ہوں گے حکومت کا اعلان

لاہور۔ سرکاری اطلاع۔ ۲۸/ اگست۔ بعض اخبارات میں ایک خبر چھپی ہے جس میں اس بات پر نکتہ چینی کی گئی ہے کہ حکومت مغربی پنجاب نے ۱۰۳۴ ایکڑ زمین ضلع جھنگ میں چنیوٹ کے قریب جماعت احمدیہ کے ہاتھ دس روپے فی ایکڑ کے حساب سے بیچی۔ الزام یہ ہے کہ تقسیم

---

[1] " الفضل" ۴/ ظہور/اگست ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء صفحہ ۱

سے پہلے بعض مسلم انجمنیں اس زمین کو پندرہ سو روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے خریدنا چاہتی تھیں۔ یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ جب ضلع وار آبادکاری کی تجویز کو منظور نہیں کیا گیا تو احمدیہ جماعت کو یہ موقع کیوں دیا گیا ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے کو اپنی کالونی بنالے۔

یہ رپورٹ گمراہ کن اور اصلیت سے دور ہے۔ جس زمین کے متعلق یہ اعتراض کیا گیا ہے وہ بنجر ہے اور عرصہ دراز سے اسے زراعت کے ناقابل سمجھا گیا ہے . . . . اسے جماعت احمدیہ کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے حکومت نے اس کا اشتہار اخبارات میں دے دیا تھا اور پورے ایک مہینہ تک کسی شخص نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

جہاں تک قیمت کا تعلق ہے حکومت کو آجتک پندرہ سو روپیہ فی ایکڑ اس زمین کی قیمت کسی فرد یا کسی جماعت کی طرف سے پیش نہیں کی گئی۔ چونکہ ابھی تک سکونتی اغراض کے لئے زمین بیچنے کی کوئی نظیر موجود نہیں تھی اس لئے حکومت نے اس کے لئے وہی شرح مقرر کی جو حکومت کے محکموں کے لئے ہے۔

جماعت احمدیہ اس علاقے میں ایک نئی بستی آباد کرنا چاہتی ہے جس میں قادیان کے اُجڑے ہوئے لوگ آباد ہوں گے۔ ان کا خیال ہے کہ یہاں سکول ہوں، کالج ہوں، مذہبی مدارس ہوں اور صنعتی ادارے ہوں۔ ان کی یہ تجویز کسی صورت میں بھی ان وجوہ سے نہیں ٹکراتی جن کی بنا پر حکومت نے مہاجرین کی ضلع وار آبادی کی تجویز کو مسترد کر دیا ہے، جو صوبے کے ایک بڑے علاقے میں بسائے جا چکے ہیں۔" [1]

سیدنا المصلح الموعود کی خصوصی توجہ سے اراضی پر باضابطہ قبضہ

چونکہ اراضی مرکز کا معاملہ پریس کا موضوع بن چکا تھا اس لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کو اس معاملہ میں پہلے سے بھی زیادہ فکر و تشویش پیدا ہو گئی۔

چنانچہ حضور نے ۲ ظہور/اگست ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو کوئٹہ سے ناظر اعلیٰ کے نام تار دیا کہ بذریعہ ایکسپریس تار اطلاع دی جائے کہ قبضہ مل چکا ہے یا نہیں۔ جواباً عرض کیا گیا کہ تحصیلدار صاحب چنیوٹ نے چودھری عبدالباری صاحب کو بتاریخ ۴ اگست ۱۹۴۸ء قبضہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس پر حضور نے بذریعہ تار ارشاد فرمایا:-

---

[1] اخبار "انقلاب" لاہور ۳۱ اگست ۱۹۴۹ء صفحہ ۶ کالم ۲-۳ ٭

" I dont believe in these promises. Anjman neglected its duty."

یعنی مجھے ان وعدوں پر قطعاً اعتماد نہیں۔ انجمن نے اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی کی ہے

چوہدری عبدالباری صاحب مختار عام جو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے اس کام پر متعین تھے پہلے بھی تین بار چنیوٹ اور جھنگ جا کر قبضہ لینے کے لئے دوڑ دھوپ کر چکے تھے مگر کوئی عملی نتیجہ ظاہر نہ ہوا تھا۔ لیکن اب جو حضور کا تار پہنچا تو خدا کے فضل و کرم اور حضورؓ کی دُعاؤں اور توجہ روحانی کی بدولت ۵ ظہور/ اگست ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان حکومت سے زمین کا قبضہ لینے میں کامیاب ہوگئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

بالآخر راجہ علی محمد صاحب سابق ناظر بیت المال کا ایک قیمتی نوٹ جس سے حضرت مصلح موعود کی خرید اراضی کے بارے میں غیر معمولی سرگرمی اور پُر جوش جدوجہد کا پتہ چلتا ہے ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں:-

" اس رقبہ کے حصول کے لئے حضور کی سرگرمی اور گرم جوشی کا بیان کرنا میری قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے ہم میں سے بعض یہ خیال کرتے تھے، کہ جس کام کا ارادہ حضور کر لیں آپ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اس وقت تمام فکر و تدبیر مشغولیت و مصروفیت اور حضور کی ہمہ تن توجہ اس کام کے لئے وقف شدہ معلوم ہوتی تھی لیکن جلدی بعد میں جب آنے والے واقعات نے ہماری آنکھیں کھولیں تو حضور کی عجلت پسندی اور فکر اور گرمجوشی ہمارے لئے دست غیب کا ایک کرشمہ تھا جو حضور کے ہاتھ پر ظاہر ہوا کیونکہ اس کے بعد بہت جلدی جماعت احمدیہ کے خلاف تعصب، بغض و عناد اور حسد اور نفرت کا لاوا اندر ہی اندر پکنا شروع ہوگیا۔ اور جوں جوں دن گذرتے گئے جماعت احمدیہ کے ساتھ ہمدردی اور خیر سگالی کا جذبہ جو قادیان اور اس کے گرد و نواح میں مُسلمانوں کی حفاظت کے لئے احمدیوں کے مثالی مومنانہ ایثار اور استقلال کی وجہ سے پیدا ہوا تھا وہ افتراء و کذب بیانی اور منافرت کے لاوا میں دبتا گیا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہماری ہر بات کو ناکام کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ ایسے حالات میں کوئی یہ خیال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ربوہ کی سرزمین کا حاصل کرنا

ہمارے واسطے ممکن ہو گا۔ ربوہ کی زمین کا اس طرح حاصل ہونا ایک معجزہ ہے جو اور جس طرح کی کوشش ان دنوں حضور نے کی اس میں ایک گھنٹہ کی غفلت بھی مقصد کی کامیابی میں دنوں کا التواء اور دنوں کی غفلت مہینوں کا التواء ثابت ہوتی۔ اور چند مہینوں کی غفلت تو غالباً اصل مقصود اور مدّعا اور اس کے لئے جو اقدام کیا گیا تھا یہ سب ایک کوشش منفی ثابت ہوتی۔ پس ربوہ مرکزِ ثانی کا وجود ایک معجزہ ہے جو حضرت موعود اولوالعزم اور مُصلح اور امام ربّانی کے ہاتھ پر ظاہر ہوا۔"[1]

---

[1] "الفضل" ۷/احسان/جون ۱۳۴۳ ہش/۱۹۶۴ء صفحہ ۵۔